حوالہ کا فقہی تصور اور اس کی جدید صورتیں

Ḥawala: Fiqhi Approach and its Modern Forms.

مقالہ نگار: **ڈاکٹر شفقت اللہ**

عربک ٹیچر، جی ایم ایس، گمبر، بنوں

معاون مقالہ نگار: **ڈاکٹر خدیجہ عزیز**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور

ABSTRACT

This article is divided in to two sections: the first one; is to study of Ḥawāla according to Fiqhi rules, i.e. its definition, conditions, its qualities and its specifications. In the second part, Ḥawāla is discussed according to application of the Bank, and its practical forms in different institutions. Ḥawāla is a contract in which a party or a person transfers his debt from his risk to another party or another person. Ḥawāla is used for different purposes, for example, bill of exchange, Financial Papers and different Banking accounts. This paper also discusses the difference between Ḥawāla and wakālah, Ḥawāla and Kafāla, and also Ḥawāla and Debt. Therefore, analysis, about Ḥawāla is very essential and many studies have been done on it. Furthermore, it will also critically provide their textual evidence and rational arguments in order to reach a financial juristic judgment. Ḥawāla is used in credit card, discounting of bill of exchange, etc. At the end the paper discusses its conclusion and offers some requests and suggestions.

Keywords: *Ḥawāla, credit card, Wakāla, discounting of bill of exchange.*

مقدمہ

عملی زندگی میں ''حوالہ'' کا شمار اہم موضوعات میں ہوتا ہے ۔ شخصی اور اجتماعی امور سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ فقہاء کرامؒ نے حوالہ کے موضوع پر تفصیلی کلام کیا ہے جس میں حوالہ کی تعریف سے لے کر اس کی شرائط وصفات اور اس کے تقاضے تک شامل ہیں۔ زمانہ قدیم میں حوالہ کا تعلق زیادہ تر شخصی معاملات سے متعلق تھا، بعض موقعوں پر اجتماعی معاملات میں بھی ضرورت پڑتی تھی لیکن معاشیات میں آج کی طرح کی چونکہ جدت نہ تھی لہٰذا بینکاری اور اس کے علاوہ جدید صورتوں میں اس کا استعمال بھی نہ تھا لیکن جب سے کنونشل بینکوں کے متبادل غیر سودی بینک یا اسلامی بینک وجود میں آئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ حوالہ کا استعمال بھی ان بینکوں کے اندر وسیع پیمانے پر شروع ہوا ہے۔ چونکہ حوالہ کی بعض صورتیں انتہائی حساس تھیں یعنی معمولی سی بے اصولی یا غفلت کی وجہ سے معاملے کو جائز سے ناجائز کے حدود میں شامل ہونے کا قوی اندیشہ تھا لہٰذا موضوع کی اس حساسیت کے پیشِ نظر یہ داعیہ

پیدا ہوا کہ حوالہ کی فقہی، تطبیقی اور عملی صورتوں کا جائزہ لیا جائے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ حوالہ کونسی صورتوں میں درست ہے اور کونسی صورتوں میں حرام یا اس کی حدود میں داخل ہے۔

حوالہ کا لغوی معنی: حوالہ نقل و تحویل کو کہا جاتا ہے۔یقال تحول حاله من الفقر الى الغناء"[1] یعنی اس کی حالت فقر سے مالداری کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔

اصطلاحی معنی: نقل الدين من ذمة الى ذمة شخص اخر، یعنی قرض کو ایک شخص کی ذمہ سے دوسرے کی ذمہ داری کی طرف منتقل کرنا۔[2]

حوالہ میں استعمال ہونے والے اصطلاحات

محیل: مدیون جو اپنے ذمہ واجب الاداء قرض کو دوسرے کے حوالہ کر رہا ہے۔

محال علیہ: جو دوسرے شخص کے قرض کی ادائیگی کو اپنے ذمہ میں قبول کر رہا ہے۔

محتال لہ: دائن وہ قرض خواہ جس کا قرض محیل کے ذمہ لازم ہے۔

حوالہ کی مشروعیت: حوالہ کی مشروعیت حدیث و اجماع سے ثابت ہے۔

عن ابى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ قال؛ مطل الغنى ظلم واذا اتبع احدكم على ملئ فليتبع؛[3]

"حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مالدار کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔جب تم میں سے کسی کو (قرض کے مطالبہ میں) مالدار کے حوالہ کیا جائے تو اسی کا پیچھا کرے، یعنی محتال علیہ (مالدار) سے مطالبہ کرے"۔

یہ بات ائمہ اربعہؒ کے درمیان متفق علیہ ہے کہ "فلیتبع" کا امر وجوب کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ دائن کی مرضی ہے، اگر چاہے تو حوالہ قبول کرلے اور اگر چاہے تو قبول نہ کرے، لیکن آپ ﷺ نے مشورہ یہ دیا کہ اگر کوئی حوالہ کرنا چاہے اور جس کی طرف حوالہ کرنا چاہتا ہے وہ غنی بھی ہے، ادائیگی پر قادر بھی ہے تو خواہ مخواہ تم اصل مدیون سے لینے پر کیوں اصرار کرو؟اس سے حوالہ قبول کرو اور اس سے وصول کرو۔اتنی بات تو متفق علیہ ہے۔[4]

حوالہ کے احکام

۱۔دائن، مدیون محتال علیہ کی رضامندی سے عقد حوالہ مکمل ہونے کے بعد مدیون کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔

۲۔اس کے بعد دائن کو حق ہوگا کہ اپنے قرض کا محتال علیہ سے مطالبہ کرے۔

۳۔اگر قرض کی ادائیگی سے پہلے محتال علیہ انتقال کر جائے یا غریب ہو جائے یا قرض ادا کرنے سے انکار کردے، تو دائن کو حق ہوگا کہ دوبارہ مدیون سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے، کیوں کہ مدیون سے مطالبہ کا حق اس وقت ساقط ہوتا ہے جب اس کا قرض محتال علیہ سے وصول ہو، وصول نہ ہونے کی صورت میں اس کا حق باقی رہے گا۔[5]

۴۔اگر محتال علیہ قرض ادا کرے تو اب اس کو مدیون سے وصول کرنے کا حق حاصل ہوگا، دو شرطوں کے ساتھ؛

نمبر ایک یہ کہ اس نے مدیون کے حکم سے ذمہ داری اٹھائی ہو۔ نمبر دو یہ کہ اس کے ذمہ مدیون کا کوئی قرض نہ ہو، اگر قرض ہو تو مطالبہ کا حق نہ ہوگا، کیونکہ اس نے اپنا حق تو پہلے وصول کر لیا۔

حوالہ اور کفالہ کے درمیان فرق (Difference Between Debt Guarantee and Debt Transferring):

حوالہ اور کفالہ دونوں اس بات میں تو مشترک ہیں کہ ان دونوں میں کسی مقروض کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری کسی تیسرے شخص کی طرف سے اپنے اوپر لی جاتی ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان ایک واضح فرق یہ ہے کہ کفالہ کی صورت میں حسب سابق اصل مقروض شخص ہی حقیقی طور پر مقروض رہتا ہے اور دوسرا شخص محض اس کے اوپر لازم شدہ قرض کی ادائیگی کی یقین دہانی کراتا ہے، جبکہ حوالہ کی صورت میں اصل مقروض شخص، مقروض ہونے سے نکل جاتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا شخص اپنی مرضی سے اپنے آپ کو مقروض قرار دیتا ہے۔

حکم اور اثرات کے لحاظ سے کفالہ اور حوالہ میں یوں فرق کیا جائے گا کہ کفالہ کی صورت میں قرض خواہ کو اصل مقروض شخص اور اس کی طرف سے بننے والے کفیل دونوں سے برابر مطالبے کا حق حاصل ہوتا ہے اور یہ اس کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس سے اپنے حق کا مطالبہ مناسب سمجھتا ہے، جبکہ حوالہ کی صورت میں قرض خواہ کو اصل مقروض سے مطالبے کا حق باقی نہیں رہتا، بلکہ وہ صرف اور صرف محتال علیہ (ثانوی مقروض شخص) سے اپنے حق کا مطالبہ کرے گا، البتہ بعض خاص صورتوں میں وہ اصل مقروض سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کفالہ کی صورت میں یہ شرط لگائی جائے کہ اصل مقروض شخص سے مطالبہ نہیں کیا جا سکے گا تو یہ کفالہ پھر حوالہ کا حکم اور حیثیت اختیار کر جائے گا، اس طرح اس کے برعکس اگر حوالہ کی صورت میں یہ شرط لگائی جائے کہ محتال علیہ (ثانوی مقروض) کے ساتھ اصل مقروض (محیل) سے بھی مطالبہ کیا جا سکے گا تو پھر یہ حوالہ کفالہ کا حکم اور حیثیت اختیار کرے گا اور اس میں وہ سارے مسائل لاگو ہوں گے جو کفالہ کی بحث سے تعلق رکھتے ہیں۔

حوالہ اور وکالہ کے درمیان فرق

حوالہ اور وکالہ کے درمیان مشترک بات یہ ہے کہ دونوں میں قرض خواہ کے علاوہ کسی تیسرے شخص کو قرض کی وصولی کی اجازت دی جاتی ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ حوالہ میں ایک شخص دوسرے کا مقروض ہوتا ہے اور وہ اپنے قرض خواہ کو کسی تیسرے شخص (جو اس مقروض کا مقروض ہوتا ہے) کے اوپر منتقل کر لیتا ہے، جبکہ وکالت کی صورت میں وکیل بنانے والا دوسرے شخص (یعنی جسے وکیل بنایا گیا ہو) کا مقروض نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے قرض کی وصولی کے لیے دوسرے کو اختیار دیتا ہے کہ اصل مقروض شخص سے وہ اس کا قرض وصول کر کے اسکے حوالہ کر دے۔

یہ واضح رہے کہ وکالہ کی صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وکیل کا اس وکیل بنانے والے (مؤکل) پر قرض ہو لیکن بنانے والا اس کو اپنے مقروض پر حوالہ کرنے کی بجائے اسے صرف قرض کی وصولی کا وکیل بنائے، ایسی صورت میں جب تک وکیل کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ وصول کردہ رقم کو اپنے قرض میں منہا کر لے اس وقت تک وکیل کو یہ اختیار نہیں کہ وکالت کے تحت حاصل کردہ

رقم اپنے پاس روک لے، بلکہ وہ پابند ہوگا کہ حاصل شدہ رقم مؤکل کے حوالے کردے اور اس سے اپنے قرض کا مطالبہ الگ سے کرلے۔

حوالہ میں رجوع کا مسئلہ: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب ایک مرتبہ حوالہ ہوگیا اور دائن نے حوالہ قبول کرلیا تو اس کے بعد دائن اصل مدیون سے کسی وقت رجوع کرسکتا ہے یا نہیں؟

اصل بات تو یہ ہے کہ جب حوالہ کردیا گیا تو اب اصل مدیون بیچ سے نکل گیا، اب مدیون بدل گیا، اب مطالبہ کا حق محتال علیہ سے ہوگا اور کفالہ اور حوالہ میں یہی فرق ہے کہ کفالت میں ضم الذمۃ الی الذمۃ ہوتا ہے یعنی پہلے مطالبہ کا حق صرف مدیون سے تھا، اب کفیل سے بھی حاصل ہوگیا ہے یعنی دونوں سے مطالبہ ہوسکتا ہے، اصل سے بھی اور کفیل سے بھی، اور حوالہ میں مطالبہ منتقل ہوجاتا ہے، یعنی نقل الذمہ الی الذمہ ہوجاتا ہے لہذا جب محتال نے محتال علیہ کی طرف سے حوالہ قبول کرلیا تو اب اصل دائن کی طرف رجوع نہیں کرے گا، مطالبہ محتال علیہ سے کرے گا، لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جن میں محیل سے مطالبہ کا حق ہوتا ہے اور یہ وہ حالات ہیں جس میں حوالہ (توی) ہلاک ہوجائے اس کو حوالہ کا توی ہوجانا کہتے ہیں۔

مثلاً جس شخص کی طرف حوالہ کیا گیا تھا یعنی محتال علیہ، وہ مفلّس ہوکر مرگیا اور ترکہ میں کچھ نہیں چھوڑا تو اب دائن کس سے مطالبہ کرے گا، اس کا حوالہ توی تو ہلاک ہوگیا یا بعد میں محتال علیہ حوالہ سے منکر ہوجائے گا کہ جاؤ، میرے پاس کچھ نہیں ہے، میں نہیں دوں گا، میں نے حوالہ قبول نہیں کیا تھا اور اس دائن یعنی محتال علیہ کے پاس ثبوت بھی نہ ہو کہ عدالت میں جاکر پیش کرکے وصول کرلے، تو اس صورت میں بھی حوالہ توی ہوگیا۔ اب محیل یعنی اصل مدیون سے وصول کرسکتا ہے تو حوالہ توی ہونے کی صورت میں دین اصل مدیون (محیل) کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ تو حنفیہ کے نزدیک رجوع کرسکتا ہے۔[6]

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مسلک

ائمہ ثلاثہؒ کہتے ہیں کہ چاہے حوالہ ہلاک ہوجائے تب بھی اصل مدیون سے مطالبہ کا حق نہیں لوٹتا اور محتال کو محیل (اصل مدیون) کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔[7]

ارکان و شرائط: تمام معاملات کی طرح حوالہ کے لیے بھی ایجاب و قبول ضروری ہے، یعنی مدیون اپنی طرف سے ایجاب کرے کہ قرض خواہ فلاں شخص سے اپنے واجبات وصول کرلے اور صاحب دین اور وہ شخص جس کو ادائیگی کا ذمہ دار بنایا گیا ہے دونوں اس کو قبول کرلیں۔[8]

شرائط: حوالہ کے لیے کچھ شرطیں بھی ہیں اور یہ شرطیں چار قسم کی ہیں۔

(1)۔ مدیون سے متعلق (2)۔ صاحب دین سے متعلق (3)۔ اداء دین کے ذمہ دار سے متعلق (4)۔ اور خود اس دین سے متعلق جس کی ادائیگی کا ذمہ لیا گیا ہو۔

1۔ مدیون سے متعلق: مدیون کے لیے ضروری ہے کہ عاقل ہو، بالغ ہو اور حوالہ پر راضی ہو یعنی اس کو حوالہ پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔

۲۔صاحب دین سے متعلق: صاحب دین کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ بھی عاقل و بالغ ہو اور اس معاملہ پر راضی ہو، نیز جس مجلس میں مدیون نے حوالہ کی پیش کش کی ہو اسی مجلس میں اس نے قبول بھی کر لیا ہو۔

۳۔اداء دین سے متعلق: جس شخص نے اداء دین کا ذمہ لیا ہو، بعینہ یہی تینوں شرطیں اس میں ضروری ہیں۔

۴۔دین سے متعلق: جس دین کی ادائیگی پر "حوالہ" کیا جارہا ہو ضروری ہے کہ وہ "دین لازم" ہو اور مدیون پر اس کی ادائیگی ضروری ہو۔[9]

حوالہ کے معاملہ میں اضافی شرائط لگانے کا حکم

حوالہ کے معاملے میں کسی خارجی اور اضافی شرط (یعنی وہ شرط جو حوالہ کے معاملے کے بنیادی تقاضوں میں شامل نہ ہو) کے حوالے سے پہلے تو یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ مشروط حوالہ صرف اس معاملے کو کہا جائے گا جہاں معاملہ کے اندر (حوالہ کے لیے ایجاب وقبول کرتے وقت) وہ شرط عائد کی گئی ہو، یا حوالہ کا معاملہ انجام دینے سے پہلے اس شرط پر فریقین کا اتفاق ہو چکا ہو اور اس کے بعد اس شرط کو ملحوظ رکھ کر ہی حوالہ کا معاملہ کیا گیا ہو، لہذا اگر حوالہ کے معاملہ کے وقت بھی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو نہ اس سے قبل لگائی گئی ہو، بلکہ حوالہ کا معاملہ مکمل ہونے کے بعد کوئی شرط لگائی گئی ہو تو ایسی صورت کو مشروط حوالہ نہیں کہا جائے گا بلکہ ایسی صورت میں حوالہ کو الگ اور شرط والے معاملے کو الگ سمجھا جائے گا اور وہ شرط اگر کوئی ایسی چیز ہو جو بذات خود خلاف شریعت نہ ہو تو اس پر ایک وعدہ کی حیثیت سے عمل درآمد لازم بھی ہوگا، البتہ اگر کسی خاص علاقے یا مارکیٹ یا تجارتی ماحول میں کوئی شرط متعارف و مشہور ہوئی ہو تو ایسی شرط اگر حوالہ کی تکمیل کے بعد بھی لگائی جائے تب بھی اس کی وجہ سے حوالہ کو مشروط سمجھا جائے گا اور وہ شرط خود بخود حوالہ کے معاملے کا حصہ بنتی جائے گی۔[10]

حوالہ کے معاملہ کی تکمیل کے بعد کوئی اضافی شرط لگانا

اگر حوالہ کے معاملے کے اندر یا اس کی تکمیل کے بعد محتال (قرض خواہ) یہ شرط لگائے کہ مجھے کسی بھی وقت اپنے قرض کے مطالبے کے سلسلے میں محیل (اصل مقروض شخص) کی طرف رجوع کرنے کا حق حاصل رہے گا، میں صرف محتال علیہ سے مطالبے پر اکتفاء نہیں کروں گا، تو اس طرح کی شرط معاملہ کا حصہ بنے گی، لیکن اس کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد نہیں ہوگا، بلکہ معاملہ کی نوعیت تبدیل ہو جائے گی یعنی حوالہ کا معاملہ کفالہ کے معاملے میں تبدیل ہو جائے گا اور اس معاملے کے احکام حوالہ کے بجائے کفالہ کے معاملے کے ہوں گے۔[11]

اصل مقروض شخص کی طرف کسی بھی صورت میں رجوع نہ ہونے کی شرط

اگر حوالہ کے اندر یہ شرط لگائی جائے کہ اس حوالہ کے بعد محتالؒ (قرض خواہ) کو محیل (اصل مقروض شخص) کی طرف کسی بھی صورت میں رجوع کرنے کا حق نہیں رہے گا، خواہ محتال علیہ زندہ رہے یا فوت ہو جائے، وہ ادائیگی پر قادر رہے یا مفلس بن جائے، کسی بھی صورت میں محیل کی طرف رجوع نہیں ہوگا بلکہ اس (محیل) کا ذمہ مکمل طور پر اور دائمی طور پر فارغ سمجھا جائے گا، تو یہ ایک فاسد شرط ہے جس کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد اور ناقابل عمل بن جاتا ہے۔[12]

حوالہ مقیدہ میں محیل کی طرف رجوع نہ کئے جانے کی شرط

اگر حوالہ مقیدہ کی صورت ہو(یعنی محیل نے محتال کو اس وجہ سے محتال علیہ کے اوپر حوالہ کیا ہو کہ محتال علیہ پہلے سے محیل کا مقروض تھا اور اس قرض کی طرف نسبت کر کے اس کے اوپر حوالہ کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہو)اور حوالے میں محیل کی طرف سے یہ شرط ہو کہ اگر اس محتال علیہ کے ذمہ میں یہ قرض باقی نہ رہے تب بھی محیل کی طرف رجوع نہیں کیا جاسکے گا، تو یہ بھی ایک شرط فاسد ہو گی، جس کی وجہ سے معاملہ فاسد اور ناقابل عمل بن جائے گا۔[13]

حوالہ کے اندر کسی اور کے مملوکہ اثاثہ سے قرض کی ادائیگی کا طے ہونا

اگر حوالہ کے معاملہ میں محتال علیہ کی طرف سے یہ شرط لگائی جائے کہ وہ قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری مطلق طور پر قبول نہیں کرتا، بلکہ ایک اثاثے کی فروختگی سے حاصل ہونے والی قیمت سے قرض کی ادائیگی کرے گا اور وہ اثاثہ اس وقت اس (محتال علیہ) کی ملکیت میں نہ ہو بلکہ محیل یا کسی اور کی ملکیت میں ہو تو یہ حوالہ بھی فاسد اور ناقابل عمل ہے، اس کی وجہ سے محتال علیہ کے اوپر کوئی ذمہ داری عائد نہ ہو گی۔[14]

کوئی ایسی شرط لگانا جس سے قرض کی ادائیگی مزید یقینی ہو جاتی ہو

اگر حوالہ میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے جو عام طور پر نہ لگائی جاتی ہو لیکن اس کی وجہ سے حوالے کے اصل تقاضوں پر کوئی فرق بھی نہ پڑتا ہو، بلکہ اس کے لیے مزید تقویت کا باعث ہو تو وہ شرط درست ہو گی، مثلاً یہ شرط لگائی جائے کہ حوالہ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ محتال علیہ اس محتال (قرض خواہ) کو کوئی چیز بطور رہن دے گا یا قرض کی ادائیگی کے لیے کوئی ٹائم ٹیبل فراہم کرے گا اور محتال علیہ اس شرط کو قبول کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔[15]

حوالہ میں محتال علیہ کی طرف سے تاخیر سے ادائیگی کی شرط لگانا

اگر حوالہ میں محتال علیہ کی طرف سے یہ شرط لگائی جائے کہ میں فوری طور پر نہیں بلکہ مستقبل کی کسی معین تاریخ پر ادائیگی کروں گا تو یہ شرط بھی درست ہو گی، اگرچہ محیل کے اوپر وہ قرض فی الحال واجب الاداء ہو، البتہ ادائیگی کی اس تاریخ کا متعین ہونا ضروری ہے ورنہ حوالہ فاسد بن جائے گا۔[16]

حوالہ کے معاملہ میں خیار شرط طے کرنا

اگر حوالہ کے معاملہ میں کسی فریق کے لیے تین دن یا اس سے زیادہ کسی بھی متعین مدت کے لیے یہ اختیار رکھ دیا جائے کہ اس وقت تک اس معاملے کو حتمی یا ختم کرنے کا اس کے پاس اختیار ہو گا تو اس میں بھی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر حوالہ کے معاملہ کی تکمیل کے بعد بلکہ اس پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بھی اگر اس طرح کی شرط جانبین کی مرضی سے لگائی جائے تو وہ درست ہو گی اور اس طے شدہ مدت میں شرط لگانے والے (اختیار ملنے والے) کو معاملہ ختم کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔[17]

حوالہ میں محتال علیہ کی مالی حیثیت کے مستحکم ہونے کی شرط لگانا

اگر حوالہ کے اندر محتال کی طرف سے یہ شرط ہو کہ محتال علیہ کی مالی حیثیت ایسی ہونی چاہیے جس کی بناء پر وہ فوری طور پر قرض کی

ادائیگی پر قادر نہ ہو ورنہ میں اس حوالہ کو قبول نہیں کروں گا، تو یہ شرط بھی درست ہے، لہذا اگر محتال علیہ کی مالی حیثیت شرط کے مطابق نہ ہو تو محتال (قرض خواہ) کو یکطرفہ طور پر معاملہ ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔[18]

حوالہ کب ختم ہوگا؟

مندرجہ ذیل صورتوں میں حوالہ ختم ہو جاتا ہے۔

۱۔۔حوالہ فسخ کر دیا جائے، ایسی صورت میں صاحب دین اصل مدیون و مقروض سے مطالبہ کرے گا۔

۲۔۔جس شخص نے حوالہ قبول کیا تھا اور دین ادا کرنے کا ذمہ دار بنا تھا، اس کی وفات ہو جائے یا دیوالیہ ہو جائے یا کوئی بھی ایسی بات پیش آجائے کہ اب اس سے دین کی وصولی ممکن نہ رہے، یہ رائے حنفیہ کی ہے اور مفلس و دیوالیہ ہو جانے کی وجہ سے اصل مقروض پر ذمہ داری کا لوٹ آنا حنفیہ میں بھی صاحبین کی رائے ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مفلس ہونے کا اعتبار نہیں۔

۳۔۔مقروض شخص اصل قرض دہندہ کو قرض ادا کر دے۔

۴۔۔قرض دہندہ اس شخص کو مطلوبہ مال ہبہ یا صدقہ کر دے، جس نے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لیا تھا۔

۵۔۔قرض دہندہ قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لینے والے شخص کو اس مطالبہ سے بری کر دے۔

۶۔۔صاحب دین کا انتقال ہو جائے اور جس نے دین کی ادائیگی کا ذمہ قبول کیا تھا، وہی اس کا وارث قرار پائے۔[19]

مقروض سے کب رجوع ہوگا؟

جس شخص نے دین ادا کرنے کا ذمہ لیا ہے، وہ مدیون سے ادا کردہ دین وصول کرنے کے لیے رجوع کر سکتا ہے، اس سلسلہ میں دو باتیں قابل غور ہیں:

اول یہ کہ رجوع کے درست ہونے کی شرطیں کیا کیا ہیں؟ دوسرا یہ کہ کس چیز کے لیے رجوع کرے گا؟

رجوع کرنے سے متعلق یہ شرطیں ہیں:

۱۔۔اس نے حوالہ کی ذمہ داری مقروض کے حکم سے قبول کیا تھی نہ کہ کسی اور کے حکم سے۔

۲۔۔جس شخص نے دین ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہو، اس نے قرض دہندہ کو مال حوالہ ادا کیا ہو یا اسے مالِ حوالہ بطور ہبہ یا صدقہ کر دیا ہو، اگر قرض دہندہ نے قرض کی ذمہ داری قبول کرنے والے شخص کو دین سے بری کر دیا تو اصل مدیون بھی بریٔ الذمہ ہو جائے گا، اور ذمہ داری قبول کرنے والے شخص کو مدیون سے رجوع کرنے اور مال حوالہ وصول کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

۳۔۔مقروض شخص کا قرض ادا کرنے والے شخص پر اسی کے برابر دین باقی نہ ہو، اگر دین باقی ہو تو دونوں دین برابر ہو جائیں گے اور رجوع کرنے کی گنجائش نہ ہوگی۔[20]

موجودہ دور میں حوالہ کی صورتیں

اس دور میں حوالہ کی بہت ساری قسمیں رائج ہیں، اصل میں نوٹ حوالہ کی رسید تھی، اب تو یہ ثمن عرفی بن گیا لیکن اس کی ابتداء

اسی طرح ہوئی تھی کہ یہ حوالہ تھا، لیکن بینک کا چیک حوالہ ہے مثلاً نے کوئی سامان خریدا اور بائع کو پیسے دینے کے بجائے اس کے نام چیک لکھ کر دستخط کر کے اس کو دے دیا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے جو پیسے میرے ذمہ واجب ہیں وہ تم مجھ سے وصول کرنے کے بجائے جا کر بینک سے وصول کرنا یہ حوالہ ہو گیا۔

حوالہ صحیح ہونے کی شرط: حوالہ کے تام ہونے کے لیے تینوں فریقوں کی رضامندی ضروری ہے اگر بیع میں ایک فریق بھی راضی نہیں ہوتا تو حوالہ صحیح نہیں ہوتا۔[21]

جب زید نے کسی کو چیک کاٹ کر دیا تو دین کا حوالہ اس بینک پر کیا جس کا وہ چیک کاٹا گیا ہے اس معاملے میں زید محیل ہوا اور جس کو چیک دیا گیا وہ محتال اور بینک محتال علیہ ہوا۔ محیل اور محتال تو راضی ہو گئے لیکن بینک راضی نہیں ہوا، اس لیے کہ پتہ نہیں جتنی رقم چیک میں لکھی ہے اتنی رقم زید کے اکاؤنٹ میں موجود ہے بھی یا نہیں؟ جب بینک تصدیق نہ کر دے کہ ہاں اس شخص کی اتنی رقم ہمارے پاس موجود ہے اور اسے دینے کو تیار ہیں اس وقت تک اس کی رضامندی متحقق نہ ہوئی، لہذا حوالہ تام نہ ہوا۔

حوالہ کے تام ہونے کی دو صورتیں ہیں؛ ایک صورت یہ ہے کہ جس کو چیک دیا گیا وہ چیک لے کر بینک چلا گیا اور بینک نے اس کو قبول کر لیا تو حوالہ تام ہو گیا۔دوسری صورت یہ ہے کہ بینک ایسا چیک جاری کرے جس پر خود بینک کی تصدیق ہو۔

آج کل جو دو صورتیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک ڈرافٹ (Draft) ہوتا ہے اور ایک پے آرڈر (Pay order) کہلاتا ہے۔جب چیک جاری کیا جاتا ہے تو اس وقت بینک اس کی تصدیق کرتا ہے کہ اکاؤنٹ میں اتنا پیسہ موجود ہے یا نہیں؟ اس تصدیق کے بعد جو جاری کرتا ہے وہ ڈرافٹ یا پے آرڈر ہوتا ہے تو وہ حوالہ تام ہوتا ہے۔

بل آف ایکسچینج: (Bill of Exchange) آج کل ایک طریقہ رائج ہے جس کو بل آف ایکسچینج کہتے ہیں۔اصل میں اس کو ہنڈی کہتے تھے۔اب ہنڈی کے معنی لوگ کچھ اور لینے لگے ہیں۔

اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تاجر نے کچھ سامان بیچا اور مشتری کے نام ایک بل بھیجا کہ آپ کے نام اتنے پیسے واجب ہو گئے ہیں، مشتری نے اس پر دستخط کر دیے کہ ہاں میں نے یہ سامان خریدا ہے اور یہ رقم میرے ذمہ واجب ہو گئی ہے تو بائع دائن ہو گیا اور مشتری مدیون ہو گیا لیکن ساتھ ہی مشتری اس بل میں یہ لکھتا ہے کہ میں یہ رقم تین مہینے بعد ادا کروں گا۔ بائع وہ بل لے کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے اس کو بل آف ایکسچینج اور ہنڈی بھی کہتے ہیں۔

حوالہ کی پہلی شکل: بعض اوقات بائع یہ چاہتا ہے کہ مجھے ابھی پیسے مل جائیں وہ جا کر کسی تیسرے فریق سے کہتا ہے کہ میرے پاس بل آف ایکسچینج رکھا ہوا ہے، وہ مجھ سے تم لے لو اور مجھے ابھی پیسے دے دو، تین مہینے بعد جا کر میرے مدیون سے وصول کر لینا۔اس کو بل آف ایکسچینج اور عربی میں کمبیالہ کہتے ہیں۔جس شخص کے سامنے کمبیالہ پیش کر کے کہا کہ تم مجھے پیسے دے دو اس نے پیسے دے دیے تو وہ پیسے دینے والا دائن ہو گیا اور حامل کمبیالہ مدیون ہو گیا۔اب یہ حامل کمبیالہ اس کو کہتا ہے کہ میرے ذمہ جو دین واجب ہوا ہے تم وہ مجھ سے وصول کرنے کے بجائے میرے مشتری سے وصول کر لینا یہ حوالہ ہو گیا اور یہ حوالہ تام ہے، اس لیے کہ جب

مشتری نے اس بل کے اوپر دستخط کیے تھے تو ساتھ ہی اس نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا تھا کہ جو شخص بھی یہ کمبیالہ میرے پاس لے کر آئے گا، میں اس کو دے دوں گا تو اس نے حوالہ اسی دن قبول کر لیا تھا، تو یہ حوالہ تام ہوا۔

حوالہ کی دوسری شکل: اس حد تک تو بات ٹھیک ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ حامل کمبیالہ جب کسی شخص سے جا کر یہ کہتا ہے کہ تم مجھے ابھی پیسے دو، تین مہینے بعد میرے مشتری سے وصول کر لیناوہ شخص کہے گا کہ میں یہ کام اس وقت کروں گا جب تم مجھے کمیشن دو گے، لہذا عام طور پر کمبیالہ کی رقم سے کم دیتا ہے اور بعد میں زیادہ وصول کرتا ہے۔ اس کو بل آف ایکسچینج کو ڈسکاؤنٹ کرنا کہتے ہیں۔

فرض کریں کہ ایک لاکھ روپے کا بل ہے وہ اس کو 95 ہزار روپے دے دے گا اور بعد میں مدیون سے ایک لاکھ وصول کرے گا۔ شرعاً یہ بٹہ لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سود کی ایک قسم ہے کہ گویا آج 95 ہزار دے رہا ہے اور ایک لاکھ کا حوالہ دے رہا ہے تو جو 5 ہزار روپے زیادہ لے رہا ہے وہ سود ہے۔ یہ حوالہ کی دوسری شکل ہے۔

حوالہ کی تیسری شکل: بعض اوقات حکومت یا کمپنیاں لوگوں سے قرضہ لیتی ہیں اور اس قرضے کے عوض ایک رسید جاری کر دی جاتی ہے جس کو بانڈ کہتے ہیں۔ اس بانڈ کی ایک مدت ہوتی ہے کہ مثلاً 6 مہینے بعد جو بھی اس بانڈ کو لے کر آئے گا، حکومت اس کو اس بانڈ کی رقم دینے کا پابند ہے۔ اب اگر ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپے کا بانڈ ہے اور وہ بازار میں جا کر کہتا ہے کہ دیکھو یہ ایک ہزار کا بانڈ ہے یہ مجھ سے لے لو اور اس کے پیسے مجھے ابھی دے دو۔ یہ بھی حوالہ کی ایک شکل ہے کہ اس سے ایک ہزار قرض لیے اور مدیون بن گئے۔ اب یہ مدیون کہتا ہے کہ مجھ سے وصول کرنے کے بجائے جو میرا مدیون ہے یعنی حکومت، تم اس سے وصول کر لینا۔ یہاں پر بھی وہی صورت ہے کہ اگر برابر سر برابر ہو تو شرعاً کوئی مضائقہ نہیں اور اگر کمی بیشی ہو تو سود ہو گا۔ اس کے علاوہ اس طرح کے بے شمار اوراق جو در حقیقت دیون کی رسیدیں ہوتی ہیں آج کل بازار میں کثرت سے ان کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اسٹاک ایکسچینج میں بھی جہاں کمپنیوں کے Shares فروخت ہوتے ہیں وہاں ان اوراق کو بھی فروخت کیا جاتا ہے جن کو فائنانشل پیپرز Financial Papers کہتے ہیں۔ عربی میں اسے اوراق المالیہ کہتے ہیں۔

دین کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ دین کی بیع کے جواز اور عدم جواز میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ اور جمہور کے نزدیک دین کی بیع جائز نہیں ہے" بيع الدين من غير من عليه الدين "دین کو کسی ایسے شخص کے ہاتھوں بیچنا جس پر دین واجب نہیں تھا۔ یہ حنفیہ اور اکثر ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ بعض ائمہ نے بعض شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے۔ امام مالک نے نو شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے۔[22] امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بھی بالکل جائز نہیں، البتہ دین کا حوالہ جائز ہے۔

بیع الدین کی ایک صورت یہ ہے کہ دائن اپنا دین مدیون کے علاوہ کسی تیسرے شخص کو فروخت کر دے، اس صورت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔

احناف، حنابلہ اور ظاہریہ اس طرف گئے ہیں کہ "بيع الدين من غير من عليه الدين" جائز نہیں، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرماتے ہیں "لاينبغى للرجل اذا كان له دين أن يبيعه حتى يستوفيه، لأنه غرر فلا يدرى أيخرج أم لايخرج"[23]

اگر کسی شخص کا دوسرے کے ذمہ دین ہو، تو اس کے لیے اس دین کو اس وقت تک فروخت کرنا مناسب نہیں، جب تک اس دین کو وصول نہ کرلے، اس لیے کہ ایسے دین کو فروخت کرنا غرر (غیر یقینی صورتحال) ہے، اس لیے کہ وہ خود نہیں جانتا کہ وہ اس دین سے نکل سکے گا یا نہیں (دین وصول بھی ہو گا یا نہیں)۔

اسی طرح صاحب بدائع علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

ولا ينعقد بيع الدين من غير من عليه الدين؛ لأن الدين إما أن يكون عبارة عن مال حكمي في الذمة، وإما أن يكون عبارة عن فعل تمليك المال وتسليمه، وكل ذلك غير مقدور التسليم في حق البائع، ولو شرط التسليم على المديون لا يصح أيضا؛ لأنه شرط التسليم على غير البائع فيكون شرطا فاسدا فيفسد البيع، ويجوز بيعه ممن عليه؛ لأن المانع هو العجز عن التسليم، ولا حاجة إلى التسليم ههنا[24]

مدیون کے علاوہ دوسرے کو دین فروخت کرنے کی صورت میں وہ بیع منعقد نہیں ہو گی، کیونکہ دین سے مراد یا تو مال حکمی ہے جو مدیون کے ذمے ہے یا دین سے مراد مال کا مالک بنانے اور اس کے سپرد کرنے کا فعل ہے اور یہ دونو چیزیں بائع کے حق میں غیر مقدور التسلیم ہیں۔ اور اگر مال سپرد کرنے کی شرط مدیون پر لگادی جائے تو یہ بھی درست نہیں اس لیے کہ یہ بائع کے علاوہ دوسرے پر تسلیم کی شرط لگانا ہو جائے گا، لہذا یہ شرط فاسد ہو گی، اور شرط فاسد ہونے کی وجہ سے بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔ بہر حال جن فقہاء نے دین کی بیع کو غیر مدیون سے کرنے سے منع فرمایا ہے وہ بیع کو بیع کے طریقے پر کرنے سے منع کیا ہے، لیکن اگر دین کی منتقلی غیر مدیون کی طرف "حوالہ" کے طریقے پر ہو تو یہ صورت تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ اور بیع اور حوالہ کے درمیان فرق مذہب حنفیہ میں بالکل ظاہر ہے، کیونکہ فقہاء حنفیہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر محال علیہ کے مفلس ہونے کے نتیجے میں یا محال علیہ کے حوالہ سے انکار کرنے کے نتیجے میں "حوالہ" ضائع ہو جائے اور بینہ اور ثبوت موجود نہ ہو تو اس صورت میں محتال (اصل دائن) کے لیے جائز ہو گا کہ وہ دین کی وصولی کے لیے محیل (اصل مدیون) سے رجوع کرے۔[25]

لیکن اگر مدیون اپنا دین فروخت کر دے گا تو گویا کہ اس نے دین خریدنے والے کو تمام حقوق اور تمام خطرات میں اپنی جگہ پر لا کھڑا کر دیا، لہذا اگر بعد میں اصل مدیون مفلس اور قلاش ہو جائے، یا اصل مدیون دین سے ہی انکار کر دے تو اب مشتری دین فروخت کرنے والے کی طرف رجوع نہیں کرے گا کیونکہ وہ بریٔ الذمہ ہو چکا۔ بس یہیں سے دین کی بیع کے نتیجے میں اس دھوکہ کا تحقق ہو گیا جس کی بنیاد پر فقہاء نے دین کی بیع سے منع فرمایا ہے جبکہ "حوالہ" کی صورت اختیار کرنے میں اس دھوکہ کا تحقق نہیں ہو گا، اس لیے کہ حوالہ میں محال علیہ کے مفلس ہو جانے یا دین سے انکار کی صورت میں دائن محیل سے اپنے دین کے لیے رجوع کر سکتا ہے۔

جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک محتال (اصل دائن) محیل (اصل مدیون) سے دین کے لیے کبھی بھی رجوع نہیں

کر سکے گا، اگرچہ محتال علیہ مفلس ہو جائے یا دین کا انکار کر دے، لیکن اگر عقد حوالہ میں محتال، محتال علیہ کے مالدار ہونے کی شرط لگائے، اور اسی بنیاد پر وہ حوالہ کو قبول کرے، بعد میں محتال علیہ کا تنگ دست ہونا ظاہر ہو جائے تو اس صورت میں محتال کو یہ حق ہو گا کہ وہ اپنے دین کی وصولی کے لیے محیل سے رجوع کرے[26]

اسی وجہ سے ان کے نزدیک بیع الدین اور حوالہ کے درمیان فرق ہے کہ "بیع الدین" جائز نہیں اور "حوالہ" جائز ہے اور یہ فرق دو اعتبار سے ہے۔

اوّلاً: یہ کہ دین کی بیع میں محض عقد کرتے ہی دین مشتری کی طرف منتقل ہو جائے گا جبکہ دین کا حصول مشتری سے یقینی نہیں، لہذا محض عقد ہی کے نتیجے میں "غرر" لازم آجائے گا اس وجہ سے دین کی بیع جائز نہیں، لیکن اگر ایک شخص نے کوئی چیز ثمن کے عوض فروخت کی، اور ثمن پر بائع نے قبضہ نہیں کیا اور اب مشتری نے یہ چاہا کہ وہ بائع کو اپنے مدیون کی طرف حوالہ کر دے تو مشتری کے لیے ایسا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مدیون اس حوالہ پر راضی نہ ہو، اور صرف اس عقد حوالہ کے نتیجے میں بائع کی طرف دین منتقل نہیں ہوگا، اسی لیے یہ جائز ہے کہ بائع حوالگی پر راضی نہ ہو، لہذا حوالگی میں کوئی غرر نہیں، اس لیے عقد حوالہ جائز ہے اور بائع کی رضامندی سے مستقل عقد کے ذریعے حوالہ منعقد ہو جائے گا۔

ثانیاً: یہ کہ جب محتال نے محتال علیہ کے مالدار ہونے کی شرط پر حوالہ قبول کر لیا، بعد میں ظاہر ہوا کہ محتال علیہ تنگ دست ہے، تو اس صورت میں محتال کے لیے جائز ہے کہ اپنے دین کے لیے محیل سے رجوع کرے، جبکہ بیع الدین میں یہ سہولت میسر نہیں۔

حوالہ اور دَین میں فرق: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دونوں میں فرق کیا ہے؟ مثلاً زید کے پاس ایک ہزار روپے کا بانڈ ہے، وہ یہ بانڈ کسی کو فروخت کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نے اس کو اپنا دَین فروخت کر دیا کہ مجھ سے ایک ہزار کا یہ بانڈ لے لو اور مجھے ایک ہزار روپے دے دو، جب یہ بانڈ کسی کو بیچ دیا تو یہ دین کی بیع ہوئی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مثلاً زید بکر سے کہے کہ مجھے ایک ہزار روپے قرض دے دو، بکر نے قرض دے دیا جس کی وجہ سے زید بکر کا مقروض بن گیا۔ اب زید بکر سے کہتا ہے کہ یہ قرض جو آپ کا میرے ذمہ ہے اس کو حکومت سے وصول کر لیں کیونکہ حکومت کے ذمہ میرا قرض ہے بالفاظ دیگر زید بکر کو اس دین کا حوالہ دیتا ہے جو زید کا حکومت کے ذمہ ہے، کہ بکر وہاں سے وصول کر لیں، یہ صورت جائز ہے، یہ حوالہ ہے اور بیع کی صورت ناجائز ہے تو دونوں میں فرق کیا ہوا؟ حاصل دونوں کا یہ ہوا کہ وہاں سے جا کر وصول کرے گا۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ بیع کا معنی ہے کہ تم میرے قائم مقام ہو گئے، لہذا اب بعد میں تمہیں دین وصول ہو یا نہ ہو، میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ میں نے ایک ہزار لے لیے اور اس کے بدلے اپنا ایک ہزار کا بانڈ تمہیں فروخت کر دیا، اب وصولیابی تمہاری ذمہ داری ہے۔ چونکہ اس میں غرر ہے کہ بائع نے پیسے تو ابھی لے لیے اور اس کے عوض جو پیسے اس کو ملنے ہیں وہ موہوم اور محتمل ہیں۔ پتہ نہیں مدیون دے گا یا نہیں دے گا؟ اس غرر کی وجہ سے اکثر ائمہ اس کو جائز نہیں کہتے۔

امام مالکؒ نے اس کی نو شرطوں کے ساتھ اجازت دی ہے کہ یہ بات طے شدہ ہو کہ وہ ضرور دے گا، غنی ہو، اس سے وصولیابی ممکن ہو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ ناجائز ہے ان چکروں میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔[27]

تو دونوں میں یہ فرق ہے کہ بیع میں غرر ہے اور حوالہ میں غرر نہیں، اس لیے بیع الدین ناجائز ہے اور حوالہ جائز ہے، لیکن حوالہ درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جتنی رقم لے رہا ہے اتنی ہی رقم کا حوالہ بھی کرے، اس سے کمی بیشی کرے گا تو اس میں ربوا داخل ہو جائے گا۔ اس لیے بازار میں جو بانڈ کی خرید و فروخت ہوتی ہے وہ درست نہیں لیکن حوالہ کے طور پر درست ہے بشرطیکہ برابر برابر ہو۔ یہی حکم بل آف ایکسچینج اور دوسرے اوراق المالیہ کا بھی ہے، البتہ کمپنی کے شئیرز کا معاملہ مختلف ہے کہ وہ کمی بیشی سے بھی جائز ہے۔

بینکوں میں حوالہ کی شکلیں

کرنٹ اکاؤنٹ سے رقم نکلوانے کا چیک جاری کرنا: حوالہ کی صورت میں کسی قرض خواہ کو ایک شخص سے دوسرے کی طرف قرض کی وصولی کی خاطر منتقل کیا جاتا ہے، لہذا یہ ضروری ہے کہ حوالہ کا معاملہ کسی قرض خواہ ہی کے ساتھ ہو، اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی شخص کو کرنٹ اکاؤنٹ سے رقم نکلوانے کے لیے چیک جاری کرنے کی صورت میں اگر یہ چیک جاری کرنے والا، چیک وصول کرنے والے Beneficiary کے لیے مقروض ہو تو یہ حوالہ کی صورت ہو گی۔ اس صورت میں چیک جاری کرنے والا محیل ہو گا، چیک وصول کرنے والا محتال ہو گا اور بینک محتال علیہ ہو گا، اگر اس صورت میں چیک جاری کرنے والا مقروض نہ ہو تو پھر بھی یہ معاملہ جائز تو رہے گا، لیکن یہ حوالہ کی بجائے وکالت کا معاملہ ہو گا جس میں ایک شخص دوسرے کو قرض کی وصولی کے لیے وکیل بنا رہا ہے۔

اکاؤنٹ میں رقم کم یا نہ ہونے کی صورت میں چیک جاری کرنا: اگر ایک شخص دوسرے کے نام اپنے بینک اکاؤنٹ سے رقم وصول کرنے کے لیے چیک جاری کر دے، لیکن چیک جاری کرنے والے کے اکاؤنٹ میں چیک جاری کرتے وقت رقم موجود نہ ہو یا موجود تو ہو لیکن اتنی مقدار میں نہ ہو جتنی مقدار کا وہ مقروض ہے تو یہ صورت بھی حوالہ کی ہے، لیکن یہ حوالہ مطلقہ کی صورت ہو گی۔ اس صورت میں اگر بینک اس چیک کو اپنے قواعد و ضوابط کی رو سے قبول کرتا ہو تو یہ حوالہ نافذ ہو گا اور اس کے نتیجے میں چیک جاری کرنے والے کے ذمہ سے قرض منتقل ہو کر بینک کے ذمہ میں آجائے گا، البتہ اگر بینک کے ہاں اس قواعد و ضوابط کی رو سے یہ چیک قابل قبول نہ ہو گا تو پھر یہ حوالہ کالعدم تصور ہو گا اور چیک ہولڈر کو چیک جاری کرنے والے سے حسب سابق اپنے قرض کے مطالبے کا حق رہے گا۔

ٹریولر چیک کی صورت میں حوالہ: ٹریولر چیک (غیر ملکی کرنسی کے چیک جو بیرون ملک میں مسافر بنوا کر نقدی حاصل کرتے ہیں) کی صورت میں جب چیک حاصل کرنے والا اس ادارے کو، جس نے چیک جاری کیے ہیں رقم کی ادائیگی کر کے غیر ملکی کرنسی کا چیک حاصل کر لے تو اس کے بعد یہ چیک حاصل کرنے والا قرض دہندہ شمار ہوتا ہے اور چیک جاری کرنے والا ادارہ مقروض کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے، ایسی صورت میں جب سفر کے دوران مسافر یہ چیک استعمال کرے گا (انڈورسمنٹ کے طریقہ کار کے مطابق اس

کے پشت پر دستخط کر کے کسی اور کو اس کے حق کی وصولی کے لیے یہ چیک دے گا) تو یہ عمل بھی حوالہ کہلائے گا، لیکن یہ حوالہ مقیدہ کی صورت ہوگی۔اس صورت میں جب تک چیک ہولڈر کے اکاؤنٹ میں رقم موجود ہوگی تو اس وقت تک یہ حوالے نافذ ہوں گے اور جب رقم ختم ہو جائے گی تو یہ حوالہ کا معاملہ لغو و کالعدم قرار پائے گا، اگر اس کے باوجود ادائیگی کر لے تو یہ اس کی طرف سے ایک الگ قرض کا معاملہ ہوگا۔

نتائج

تقریباً تمام فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حوالہ کے معاملے کے نتیجے میں محیل (اصل مقروض شخص) کے ذمہ واجب الاداء قرض محتال علیہ (ثانوی مقروض) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور پھر اس قرض کی منتقلی کے نتیجے میں مطالبہ کا حق بھی صرف محتال علیہ تک محدود ہو جاتا ہے اور محتال یعنی قرض خواہ کا جو حق مطالبہ محیل کی بنسبت تھا وہ ختم ہو جاتا ہے اور جب تک محتال علیہ اپنے اوپر حوالہ کو تسلیم کرتا ہو اور وہ دیوالیہ نہ ہو چکا ہو تو اس وقت تک یہ ذمہ داری اس کی طرف منتقل سمجھی جائے گی، البتہ اگر وہ اپنے اوپر حوالہ قبول کرنے سے (محتال علیہ) انکار کر کے قسم اٹھانے کے لیے تیار ہو جائے اور اس کے خلاف کوئی گواہ بھی نہ ہو، یا وہ حالت افلاس میں مر جائے اور اس کے ترکہ میں کوئی اثاثہ یا کسی کے ذمہ میں واجب الاداء قرض نہ بچے جس سے قرض کی وصولی ہو سکے، یا عدالت کی جانب سے اسے مفلس و دیوالیہ قرار دیا جائے، یا حوالہ مطلقہ کے بجائے حوالہ مقیدہ کی صورت ہو اور وہ چیز جس کے ساتھ حوالہ کو مربوط کیا گیا ہو ضائع ہو جائے، تو اس طرح کی تمام صورتوں میں محتال (قرض خواہ) کا حق دوبارہ محیل یعنی اصل مقروض شخص کی طرف لوٹ جاتا ہے اور اس کے بعد محتال محیل سے مطالبہ کر سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت حوالہ کے معاملہ میں محیل اپنے ذمہ سے قرض دوسرے کے ذمہ میں منتقل کرنے کے ساتھ اس محتال علیہ جس کی طرف قرض منتقل ہوا ہے، کی طرف سے کفیل بھی بنتا ہے، لیکن یہ کفالہ فی الحال نہیں ہوتا، بلکہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب محتال علیہ سے قرض کی وصولی ممکن نہ رہے، لہذا جب محتال علیہ سے قرض کی وصولی ناممکن ہو جائے تو اس وقت محیل کے کفیل ہونے اور ضامن ہونے کی وجہ سے اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا اصول فقہائے احناف کی رائے کے مطابق ہے، جب کہ باقی فقہاء کرام ان جیسی صورتوں یعنی جن میں محتال علیہ کی طرف سے ادائیگی ممکن نہ رہے، میں بھی محتال کو محیل کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں دیتے، بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ جب ایک مرتبہ فریقین کی رضامندی سے حوالے کا معاملہ وجود میں آجائے تو اس کے بعد محیل کے اوپر سے قرض اور حق مطالبہ دائمی طور پر ختم ہو جاتا ہے اور چاہے محتال علیہ کے ساتھ جو بھی معاملہ پیش آئے وہ ادائیگی پر قادر رہے یا نہ رہے کسی بھی صورت میں دوبارہ محیل کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا۔[28]

فقہی اختلاف کی صورت میں زیادہ موزوں اور حقوق کی حفاظت کے لیے زیادہ مناسب فقہائے احناف کا مذہب ہے، لہذا اس کے مطابق ہی عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔

احناف کے مذکورہ اصول کے مطابق اگر محیل نے اپنے قرض کی ادائیگی کی پختگی کے لیے حوالہ کے معاملے سے پہلے کوئی کفیل قرض خواہ کو دیا ہو تو حوالہ کے نتیجے میں جیسا کہ محیل کے ذمہ سے قرض منتقل ہو جاتا ہے تو اسی طرح محیل کی طرف سے جس نے کفالہ قبول کیا ہو وہ کفالہ بھی خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور کفیل کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی، اس طرح اگر کسی جگہ کفیل اپنے اوپر سے قرض کے مطالبے کا بوجھ ہٹانے کے لیے قرض خواہ کو کسی اور کے اوپر حوالہ کر دے تو اس حوالہ کے نتیجے میں جیسا کہ کفیل سے ذمہ داری ختم ہو کر محتال علیہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تو اس طرح اصل مقروض یعنی مکفول عنہ سے بھی قرض کی ذمہ داری ختم ہو کر محتال علیہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، البتہ اگر اس صورت میں کفیل یہ صراحت کر دے کہ اس حوالہ کے نتیجے میں اصل مقروض بری نہیں ہو سکے گا اور محتال کو حق حاصل ہو گا کہ مکفول عنہ اور محتال علیہ دونوں سے مطالبہ جاری رکھے۔[29]

احناف کے مذکورہ بالا اصول کے مطابق اگر حوالے کی صورت میں محیل فوت ہو جائے تو محتال کو اس کے ترکہ پر کسی قسم کے دعوی کا حق نہیں ہو گا اور وہ ترکہ کو ورثہ کے درمیان تقسیم کرنے سے نہیں روک سکتا، بلکہ ترکہ ورثہ کے درمیان شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہو گا، البتہ محال کو اتنا حق حاصل رہے گا کہ وہ ورثہ سے شخصی ضمانت طلب کرے کہ جب محتال علیہ قرض کی ادائیگی کے قابل نہ رہے تو وہ کفیل ان ورثہ سے اس محتال کا قرض وصول کر کے اس کو ادائیگی کا پابند ہو گا۔

خلاصہ بحث

حوالہ کا معنی ہے "قرض کو ایک شخص کی ذمہ سے دوسرے کی ذمہ داری کی طرف منتقل کرنا"۔ حوالہ شریعت اسلامی کی رو سے جائز ہے اور خیرون القرون سے اس پر تعامل بھی چلا آرہا ہے لیکن عصر حاضر میں اکثر کاروباری سرگرمیاں بینکوں کے ذریعے ہوتے ہیں اس لئے حوالہ کے معاملہ میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ جائز حوالہ ناجائز بھی ہو سکتا ہے۔ ہنڈی کا کاروبار ہو یا بینک کے ذریعے ڈرافٹ یا پھر پرائز بانڈ، سب میں حوالہ ہو سکتا ہے لیکن شرائط کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

حوالہ جات

1۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، زم زم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی۔ ج3، ص، 300

2۔ لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي، الهندية، كتاب الحوالہ، دار الفكر الطبعة: الثانية، 1310ھ۔ ج3، ص95۔

3۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الحوالہ، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، ج2ص37۔

4۔ کمال الدین محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدیر، دار الفکر۔ بیروت، ج7ص239

5۔ ابراهيم بن محمد بن ابراهيم الحَلَبي الحنفي، ملتقى الابحر، (م956ھ) دار الكتب العلمية –لبنان، 1419ھ۔ 1998م۔ ج2ص266۔

6۔ فتح القدیر للکمال ابن الھمام، ج 7، ص 245۔

7۔ مفتی تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات، لاہور۔ ج2ص،216۔

8۔ ھندیہ، ج3ص295۔

9۔ الکاسانی، أبو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتیب شرائع، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1406ھ۔ 1986م۔ ج6/ص16۔

10۔ ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز (م1252ھ) رد المحتار علی الدر المختار دار الفکر۔ بیروت، 1412ھ۔ 1992م۔ ج4، ص120۔

11۔ خانیہ علی الھندیہ، دار الفکر۔ بیروت۔ ج3ص78

12۔ مفتی محمد حسین خلیل خیل، آسان فقہ المعاملات، الحجاز، 1440ھ 2018م۔ ج2، ص234تا236۔

13۔ ایضاً۔

14۔ ایضا۔

15۔ ایضاً۔

16۔ ایضاً۔

17۔ ایضاً۔

18۔ ایضاً

19۔ بدائع الصنائع ج5ص13۔

20۔ ایضاً۔

21۔ شرح فتح القدیر ج7ص239۔

22۔ أبو الفرج، عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامة المقدسي (م682ھ) الشرح الکبیر، دار الکتاب العربي للنشر والتوزیع ج3، ص325۔

23۔ المؤطا الامام محمدؒ باب الرجل یکون لہ العطایا أو الدین علی الرجل یبیعہ ص: 345۔

24۔ بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، ج5، ص148۔

25۔ فتح القدیر ج6ص352۔

26۔ أبو محمد، موفق الدین عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن قدامة، (م 620ھ) المغني، دار الفکر بیروت، 1388ھ۔ 1968م۔ ج5ص159۔

27۔ الدر المختار ج5ص345۔

28۔ فتاویٰ ابن عابدین، ج4، ص293، دار احیاء التراث العربي، حاشیہ الدسوقی؛ دار الفکر۔ بیروت۔ ج3ص328۔

29۔ البحر الرائق، دار الکتاب الاسلامی۔ بیروت۔ ج6، ص269تا271۔